کڈپہ کے شعری دبستان کی شناخت اور امکانات

ڈاکٹر سید وصی اللہ بختیاری عمری
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج، رائے چوٹی، ضلع کڈپہ، آندھرا پردیش۔ انڈیا

دبستان، ایک مکتبِ فکر اور یکساں رویّہ کے حامل کسی ایک مقام پر مرتکز تخلیق کار افراد سے عبارت ہوتا ہے۔ اردو ادب کے طالبِ علم کی حیثیت سے مجھے یہ کہنے میں باک نہیں ہے کہ تاریخ میں مختلف دبستانہائے ادب اپنا واضح تشخص رکھتے ہیں، جو اپنے مخصوص نقطۂ نظر اور طریقۂ کار کی وجہ سے' یعنی فکر و عمل کی سطح پر' اپنی انفرادیت قائم کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔

دبستان کے تشخص اور تعین میں جہاں سلسلۂ تلمذ (استادی و شاگردی) کا ایک اہم رول ہے، وہیں مخصوص رنگ و آہنگ، لب ولہجہ اور مواد و مضمون اور اسلوب و پیشکش کے امتزاج سے بھی' دبستان کے خدوخال نمایاں ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں' کبھی دبستان کے لئے' ان چیزوں کا لزوم ضروری بھی نہیں ہوتا، بلکہ کسی ایک ہی فنکار کا وجود (اپنے جملہ متعلقات کے ساتھ) دبستانی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

دبستانی نظام بھی اس کائناتِ رنگ و بو کے فطری کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہے کہ یہ بھی محاسن و معائب کا مجموعہ ہوتا ہے اور دبستانی نظام' خواہ کچھ ہو' ہماری ادبی تاریخ اور روایات کا ایک حصہ ضرور ہے۔

دبستانی نظام کی چند خامیوں میں سے ایک نمایاں خامی تعصب ہے۔ دبستانی نظام کے باعث ادب میں یکسانیت بھی راہ پانے لگتی ہے۔ دبستانی قدغن کے باعث تخلیق کاروں کو جولانگاہِ ادب میں اپنا امتیاز ثابت کرنے اور اپنی انفرادیت منوانے میں بے شمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اردو ادب کے ایک طالبِ علم کی حیثیت سے میں چند دبستانوں کی نشاندہی کر سکتا ہوں۔ دبستانِ دکن (دبستانِ گولکنڈہ اور بیجاپور) دبستانِ دہلی، دبستانِ لکھنؤ، دبستانِ رام پور، دبستانِ عظیم آباد وغیرہ۔ دبستانوں کی مرکزیت اور ارتکاز میں امراء وسلاطین کے علاوہ شعرا و اساطینِ ادب کا بھی کلیدی رول ہوتا تھا۔

دبستانی حدود و قیود اور دبستانی تعصب کی شدت کا یہ عالم تھا جو ایک طویل عرصہ پر محیط تھا، تا آں کہ نوآبادیاتی طرزِ معیشت میں جبکہ'' اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا'' والا معاملہ درپیش تھا' اور خوش وقتی و خوش فکری اور تفننِ طبع کے لالے پڑ گئے۔ ترقی پسندی اور پھر جدیدیت کے اثر انداز ہونے کے بعد' تب کہیں دبستانی نظام کی سحر طرازیاں ختم ہوئیں۔

گیان چند جین نے'' ایک بھاشا: دو لکھاوٹ دو ادب'' میں دبستانِ دہلی اور دبستانِ لکھنؤ پر چوٹ کی ہے اور فسانۂ عجائب کو معرضِ بحث بنا کر خلطِ مبحث کر دیا ہے۔ اس ضمن میں گیان چند جین نے علامہ محوی صدیقی کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بھوپال کے رہنے والے تھے لیکن ہمیشہ اپنے نام کے ساتھ لکھنوی لکھتے تھے۔

دبستانی نظام کے سلسلے میں دبستانِ دہلی اور دبستانِ لکھنؤ کو نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے کہ یہ دونوں دبستان مستحکم اور عرصۂ دراز تک اردو ادب پر مسلط رہے، نتیجتاً ایک تعصب' تقسیم اور افتراق کا باعث بنے رہے' ہر چند کہ اسے اپنے دائرۂ کار میں محدود ہونا تھا' تاہم ایسا نہ ہو سکا، بلکہ یہ جادو عرصہ تک سر چڑھ کر بولتا رہا۔

ان معروضات کے پیشِ نظر "دبستانِ کڈپہ" کی شناخت سے متعلق چند سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ:

❁ دبستانِ کڈپہ کی شناخت کس طرح کی جائے؟

- وہ کونسے عوامل ہیں جو کڈپہ کو ایک مستقل مکتبِ فکر اور دبستانِ ادب بناتے ہیں یا بنا سکتے ہیں؟
- شعرائے کڈپہ کے مابہ الامتیاز شعری رویئے کیا ہیں؟
- دبستانِ کڈپہ کی تعیین کے امکانات کیا ہیں؟

فی الواقع کسی مقام کو دبستان کی حیثیت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ وہاں شعر وادب کے عباقرہ جمع ہوں، اور وہ فکر اور طرزِ فکر سے اپنا تفوق و امتیاز ثابت کرتے ہیں اور دبستانِ کڈپہ کو بلا مبالغہ ایسی قد آور اور عبقری شخصیات حاصل ہیں، جن کی بنیاد پر دبستانِ کڈپہ نے اپنا اعتبار حاصل کیا ہے۔

ماضی میں شاہ جمال اللہ سالکؔ، سید عبدالحق شہہ میر ثالثؔ، حیدر افضلؔ، ضیاءؔ مقبلؔ، بیرنگؔ، شہابؔ، قدرِ عالمؔ، نور لامعؔ، ولیؔ، ذکیؔ، جلالؔ کڈپوی، ہلالؔ، نعیمؔ، تابشؔ، نشاطؔ، طاہرؔ، یاورؔ اور برقؔ شہہ میری، وغیرہ کی ایک طویل فہرست ہے۔

دورِ حاضر میں مولانا سید شاہ مصطفیٰ حسین بخاری کشفیؔ، ڈاکٹر ساغرؔ جیدی، یوسف صفیؔ، عقیل جامدؔ، ڈاکٹر راہیؔ فدائی، ڈاکٹر عبدالستار ساحرؔ، مصطفیٰ علی خان انورؔ، سلام شہہ میری، فیضؔ، گوہرؔ، عبید صدیقی، میکانک شہ ولی، پروفیسر انور اللہ انورؔ، جعفر امیرؔ، سید اقبال خسرؔو قادری، مفتی حبیب احمد ساجدؔ، اثرؔ حامد، ضیاء نعمانؔ، عارفؔ جنیدؔ ظہیر ناصری وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

شعر گوئی کو مشغلہ بنا کر مشقِ سخن جاری رکھنے والوں میں نور محمد جالبؔ، شکیل احمد شکیلؔ، ستار فیضیؔ، افسرؔ کڈپوی، مقبول احمد مقبولؔ، مفتی سید نورؔ عالم بخاری، قاسم ساقیؔ، ہاشم ہاشمیؔ، سمیع اللہ راحتؔ، یونس طیب، تابشؔ ربانیؔ، محمد ظہیر الدین دانشؔ عمری وغیرہ اہم ہیں۔

جن اساتذۂ سخن سے کڈپہ کے شعراء نے استفادہ کیا ہے، ان میں ابرؔ احسنی گنوری، تسخیرؔ فہمی، علامہ فدویؔ باقوی، طرفہؔ قریشی، شفاءؔ گوالیاری، ارشدؔ صدیقی، شارقؔ جمال ناگپوری، وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ اول الذکر سے ڈاکٹر ساغرؔ جیدی نے اکتسابِ فن کیا ہے، جناب عقیل جامدؔ نے تسخیرؔ فہمی سے مشورۂ سخن کیا ہے۔ ڈاکٹر راہیؔ فدائی کو علامہ فدویؔ باقوی سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

طرفہؔ قریشی، شفاءؔ گوالیاری اور ارشدؔ صدیقی، سے کڈپہ کے شعراء مراسلت اور مکاتبت رکھتے تھے۔ اور دورِ حاضر کے بیشتر شعراء نے شارقؔ جمال ناگپوری سے اپنے کلام پر اصلاح لی ہے، اور فنِ شعر میں استفادہ کیا ہے، جن میں سید نظرؔ کڈپوی، نور محمد جالبؔ، قاسم ساقیؔ وغیرہم شامل ہیں۔

کڈپہ کے مشاعروں میں ہندوستان کے مشہور شعراء جیسے شکیلؔ بدایونی، مجروحؔ سلطان پوری، ساحرؔ لدھیانوی، کیفیؔ اعظمی، شمیمؔ جے پوری، اعجاز صدیقی، ابرؔ احسنی گنوری، طرفہؔ قریشی، ارشد صدیقی، دانشؔ فرازی، شاہدؔ صدیقی، شاذؔ تمکنت، علی احمد جلیلیؔ، مخدومؔ محی الدین، انورؔ مرزاپوری، حسرتؔ جے پوری، خمارؔ بارہ بنکوی، شفاؔ گوالیاری، فناؔ نظامی کانپوری، بیکلؔ اتساہی، بشیر بدرؔ، منظرؔ بھوپالی، نے اپنی شرکت سے اس شہر کی شہرت میں اضافہ کیا ہے۔

گذشتہ صدی کے ربع آخر میں ''لہجے'' کی اشاعت ایک ایسا واقعہ تھا' جس سے دبستانِ کڈپہ نے اپنے وجود کے اثبات کی منزل طے کی۔ عقیل جامدؔ، ڈاکٹر راہیؔ فدائی، اشفاق رہبرؔ، ڈاکٹر ساغرؔ جیدی اور یوسف صفیؔ صاحبان کے شعری انتخاب نے دنیائے ادب کی توجہ اپنی جانب منعطف کر لی۔

'انتسللہ' کی اشاعت ۱۹۷۸ء میں ہوئی، جو عقیل جامدؔ، ڈاکٹر ساغرؔ جیدی اور ڈاکٹر راہیؔ فدائی صاحبان کی غزلوں کا انتخاب تھا۔

لہجے اور انتسللہ کی اشاعت کے پس منظر اور اس کے عواقب و جوانب کی نشاندہی کرتے ہوئے ڈاکٹر راہیؔ فدائی لکھتے ہیں:

''......اور دوسری طرف' خودان (عقیل جامدؔ) کے اپنے حلقۂ یاراں میں ساغرؔ جیدی، اشفاق رہبرؔ، یوسف صفیؔ اور راہیؔ فدائی یعنی راقم الحروف بھی شامل تھے۔ جنھوں نے عصری میلانات سے متاثر ہو کر جدید زاویۂ نظر اور نئی طرزِ فکر میں اپنی تخلیقات کو منظرِ عام پر لانے کی ابتداء کی تھی۔ ایسی صورتِ حال میں جامدؔ نے اپنے لئے سب سے الگ اور سب سے انوکھی راہ منتخب کی۔ چنانچہ مذکورہ پونچوں شعراء کا مجموعۂ کلام سن ۱۹۷۴ء میں لہجے کے نام سے شائع ہو تو ساری ادبی دنیا میں ایک دھما کا سا ہو گیا۔ فاروقیؔ سے باقیؔ تک سبھی نے 'لہجے' کے شعراء کی نہ صرف پذیرائی کی بلکہ دل کھول کر دادو تحسین سے نوازا۔ بعد ازاں سن ۱۹۷۸ء میں ساغرؔ، جامدؔ اور راقم (راہیؔ فدائی) نے مل کر دوسرا ادبی تجربہ کیا اور انتسللہ کے سنسکرت نام سے جس کے معنی نہرِ زیرِ زمیں کے ہیں، مجموعہ ترتیب دیا تو جہانِ اردو میں ایک بار

پھر نہ صرف زلزلہ آیا بلکہ اس کتاب میں شامل غزلوں کے نامونوس اور عجیب وغریب اوزان وبحور کی وجہ سے ''سنامی' بلند وبالا لہریں ایسی اٹھیں کہ سلامت روی کے متلاسی شعراء جو کنارِ دریا صبح سویرے چہل قدمی کر رہے تھے، اور وہ متشاعر حضرات جو اپنی صحت بنانے کے لئے ادبی جوگنگ میں محو ومشغول تھے، اس ظالم سنامی لہروں کی زد میں آگئے اور ان کا انجام جو بھی ہوا ہو، راقم کو اس پر آج تک انتہائی افسوس ہے۔'' (قلم روِفکر، ص: ۹۰)

بعد ازاں شہرِ کڈپہ سے مختلف شعراء کے شعری مجموعے مسلسل ومتواتر شائع ہوتے رہے۔ فہرست سازی کے بغیر چند نام:

لہجے، انتسلہ، نبراس، ایہاالناس، انامل، ترقیم، مصداق، تصنیف، اثبات، عماد، الماس ربا، عالم نشاط، گلِ دیگر شگفت، اورنگ، شناخت، مناہل، سیمیا، اعیان، مدرکہ، غم کا سورج، اسلوب، آبشارِ سخن وغیرہ۔

شہر کڈپہ کو ایک مستقل دبستان اور مکتبِ فکر کی حیثیت عطا کرنے میں یہاں کی ادبی انجمنوں اور آستانوں نے بھی فعال کردار نبھایا ہے، مثلاً: بزمِ ذکی، آستانۂ شہہ میریہ، آستانۂ بخاریہ، آستانۂ مخدوم الٰہی، آستانۂ بغدادیہ وغیرہ۔

دبستانِ کڈپہ کے شعروادب کے سلسلے بالعموم دبستانِ دہلی سے جا ملتے ہیں۔ اکثر وبیشتر شعراء کا شجرۂ تلمذ فصیح الملک داغ دہلوی سے جا ملتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ دبستانِ کڈپہ کی شاعری میں دہلوی رنگ اور آہنگ صاف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ تصوف کے عناصر، اخلاقیات، ادب کی مقصدیت، فن کی افادیت، وسعتِ فکری' اور ذہنی بالیدگی کو شعوری سطح پر فن میں شامل کرنے کی حتی المقدور کوشش، وغیرہ یہ ایسے عناصر ہیں' جو دبستانِ دہلی کی جانب میلان اور وابستگی کا صاف اشارہ ہیں۔

دبستانِ کڈپہ کی شاعری میں دبستانِ لکھنؤ کی تقلید میں صنائع، بدائع، ضلع جگت، رعایتِ لفظی، رعایتِ معنوی، وغیرہ کا بے مقصد التزام نہیں کیا جاتا۔ بلکہ لکھنؤ کی وہ روش' جو ''رگِ گل سے بلبل کے پَر باندھنے'' سے عبارت ہے، اس سے بالعموم گریز ہی کیا جاتا ہے۔ ماضی قریب اور حال کا شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہو' جس کے ہاں حسن وعشق کے روایتی مضامین' کسی مخصوص سیاق میں ملتے ہوں۔ یعنی محض روایتی موضوعات سے اجتناب برتا گیا ہے۔ اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے عقیل جامدؔ نے کہا ہے ؎

کیسے یہ اشعار ہیں کہ ان میں کہیں بھی
ذکرِ وصال وفراق' کچھ بھی نہیں ہے؟

'دبستانِ کڈپہ' کی شاعری' جس محور پر گردش کرتی نظر آتی ہے، وہ ان امور سے عبارت ہیں:

داخلیت اور خارجیت کا امتزاج، عصری حسیت وآگہی، مسائلِ حیات پر گہری نظر اور اس کا بھرپور اظہار، احتجاج کی زیریں لہریں' (جو کبھی چیخ وپکار اور کبھی خود کلامی کی کیفیت سے دوچار ہوجاتا ہے') زندگی کی تلخ حقائق کے مبرہن ہوجانے سے ایک تشکیک، خوف وہراس، استحصال کے خلاف غم وغصہ کا شدید اظہار، (جو کبھی احتجاج کی شکل اختیار کرلیتا ہے') گاہ استہزاء اور گاہ طنز، کبھی تعارض تو کبھی معارضہ، کبھی طنز تو کبھی تعریض، کبھی تعرّض تو کھی اعراض، غرض اِن افکارِ عالیہ کا شعری اظہار' اور انہیں شعری رویّوں کو ہم ''دبستانِ کڈپہ'' کی حیثیت سے مابہ الامتیاز قرار دے سکتے ہیں۔

بالعموم' شعرائے کڈپہ کے اسلوب میں کوئی تصنع' کسی قسم کا تکلّف، اور کسی طرح کی نمائش وآرائش نہیں پائی جاتی۔ البتہ' ایک تلخی، کجی (جو بظاہر کجی، لیکن بباطن استوار ہوتی ہے') راست ضرب لگانے کی روش، اوہام پسندی پر چوٹ، جہلِ مرکّب کی تحلیل کیمیائی، اور حقائق وبصائر کا بے لاگ اظہار' جیسے اوصاف سے کلام متصف ہوتا ہے۔

دبستانِ کڈپہ کی ایک اور پیش رفت' اس سلسلہ میں بھی ہوئی ہے کہ جانوروں' اور پرندوں کی ردیفوں پر سب سے پہلے غزلیں راہیؔ فدائی، عقیل جامدؔ اور ساغرؔ جیدی نے کہیں۔ اس کا اعتراف ''ایہا الناس'' کے پیش لفظ میں مشہور ناقد شمس الرحمٰن فاروقی نے بھی کیا ہے۔

''دبستانِ کڈپہ'' کے ضمن میں' اردو تنقید کی ایک قدیم بحث ''لفظ ومعنی'' پر چند نتیجہ خیز پیش ہیں:

ے لفظ رنگ سے خالی مر گئے معانی بھی (راہی فدائی)

ے تابشِ فکر انہیں دیتا ہوں گرماتا ہوں
میرے نزدیک جو آجاتے ہیں گیلے الفاظ (عقیل جامد)

ے آج لفظوں کے ہاتھ شاعر نے رہن اپنا کمال رکھا ہے (ساغر جیدی)

ے لفظ و معنی کی جنگ میں آخر ہم نے پائی ہے فکر کی لاش (راہی فدائی)

ے جب بھی الفاظ کے خانوں میں اندھیرا چھا
میرے افکار کے سورج نے اُجالا پھینکا (راہی فدائی)

ے لفظوں کے قحط ہی کی نوازش کہیں اسے
تابوتِ ذہن میں جو خیالات بند ہیں (اشفاق رہبر)

ے ایک معنی کے نور ہی کے سبب شکل الفاظ کی اجلتی ہے! (سعید نظر)

ے ذہن کے گملے میں اُگا، انجانے الفاظ
معنیٰ و مطلب آپ ہی، تیرا کریں گے لحاظ (ساغر جیدی)

''دبستانِ کڈپہ'' کے تعیّن اور تشخّص کے سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ جیسا کہ میں شروع میں بھی ذکر کیا ہے کہ بسا اوقات کسی دبستان کی تعین کے لئے صرف ایک یا چند ہم مزاج و ہم خیال، ہم فکر و ہم نظر تخلیق کاروں کا اشتراک بھی بہت ہوتا ہے۔

اور وہ مخصوص شعری رویّہ، جو الفاظ کے استعمال اور غرابتِ لفظی سے شعر کی تخلیق میں، ایک نئے جہانِ معنی کی دریافت سے متعلق ہے، اور جسے سید اقبال خسرؔو قادری نے بھی فکر و فن کی سطح پر میابی سے اختیار کیا ہے، صرف اس کا التزام، اور اس نوع کے دیگر عروضی تجربے بھی مستقبل کے مورخِ ادبِ اردو کے لئے'' دبستانِ کڈپہ'' کا جواز فراہم کرنے کے لئے کافی ہوں گے۔ یہ صرف ایک زاویۂ نظر ہے، جس پر غور و خوض، بحث و تمحیص اور مکالمہ ہو سکتا ہے۔

☆☆☆